معارف التسمیہ والفاتحہ

(بسم اللہ اور سورۃ فاتحہ کی عارفانہ تشریح)

بسم

الحمد للہ

از

ڈاکٹر میرزا اختیار حسین کیف نیازی

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
پیش لفظ (طبع ثانی)	۵	اللہ	۶۶
(طبع اوّل)	۷	لفظ اللہ کا مادّہ	۶۷
مقدمہ۔قرآن	۱۴	بسم اللہ	۷۴
کلام الٰہی	۳۱	توحیدِ وجودی	۷۶
کتاب اور اُمّ الکتاب	۳۳	مراتبِ ذات	۸۲
قرآن اور فرقان	۳۸	آدم	۸۷
حصّہ اوّل		جامعیت آدم	۹۲
(تشریح بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم)	۴۲	انسانِ کامل	۹۷
تمہید		رحمٰن ورحیم	۱۰۲
نقطہ	۴۵	رحمٰن	۱۰۲
ب	۴۹	رحیم	۱۰۳
الف (مستور)	۵۴	رحمٰن اور رحیم کا فرق	۱۰۴
اسم	۵۸	چند اقتباسات	۱۱۱
ذات	۵۹	عرش	۱۱۵
صفات	۶۰	استویٰ علی العرش	۱۱۵
اُمہات صفات	۶۱	قلم	۱۲۶
اسماء	۶۱	لوح	۱۲۹
امہات اسماء	۶۲	کرسی	۱۳۱
اسماء وصفات	۶۳	برزخ	۱۳۳

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم	۱۴۱	غیر المغضوب علیھم ولا الضالین	
حصّہ دوم		اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام	
سورۂ فاتحہ پر ایک عام نظر	۱۴۶	قطعات	۲۲۸
سورۂ فاتحہ اور برزخ	۱۴۶	مستزاد مولانا رومؒ	۲۲۹
سورۂ فاتحہ کی فضیلت	۱۴۹	غزل، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ	۲۲۹
سورۂ فاتحہ کے نام	۱۵۱	غزل، حضرت شاہ نیاز بے نیازؒ	۲۳۰
سات کے عدد کی اہمیت	۱۵۳	تالیفات ڈاکٹر میرزا اختیار حسین	۲۳۱
اَلحَمدُ لِلّٰہ	۱۵۹	کیفؔ نیازی	
حقیقتِ محمودیہ یا حقیقتِ محمدیؐ	۱۶۰		
ربّ العالمین	۱۶۵		
رب	۱۶۵		
عالمین	۱۶۹		
الرّحمٰن الرّحیم	۱۷۶		
مالکِ یوم الدّین	۱۷۷		
کل یوم ھو فی شان کی عارفانہ تشریح	۱۷۸		
تجدّد امثال	۱۸۰		
اِیَّاکَ نَعبُدُ (عبادت)	۱۸۳		
عبدیت یا فرق بعد الجمع	۱۹۳		
وَاِیَّاکَ نَستَعِین (استعانت)	۲۰۳		
اِھدِ نا الصّراط المُستقیم	۲۱۰		
(صراطِ مستقیم)	۲۱۰		
صراط الذینَ انعمت علیھم	۲۲۱		

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... معارفُ التّسمیہ والفاتحہ

اشاعت اوّل ۱۹۹۳ء

اشاعت دوم ۲۰۰۹ء

تعداد ۵۰۰

کمپوزنگ .... احمد گرافکس، کراچی

طباعت .... ویلکم بک پورٹ، کراچی

سرِ ورق .... جمیل الدین قریشی

ہدیہ

ای میل .... : info@agharang.org

ویب سائٹ .... www.agharang.org.

ملنے کا پتہ:

ویلکم بک پورٹ، اردو بازار کراچی

مکتبۂ رضویہ، گاڑی کھاتہ، کراچی

نظامی کتب خانہ، بابا صاحبؒ بازار، پاک پتن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ (طبع ثانی)

تاخیر سے سہی لیکن کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی ضرورت پوری ہوگئی جس کی عرصہ سے ضرورت تھی۔ بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ کی تفسیریں بہت لکھی گئی ہیں۔ اس لئے میں اس عنوان پر کچھ تحریر کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرر ہاتھا۔ لیکن جس زاویۂ نظر سے میں نے اس کی تاویلات لکھی ہیں وہ انداز کم نظر آتا ہے۔ وحدت الوجود یوں بھی ایک اختلافی مسئلہ ہے جس کی تائید ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں کو حاصل نہیں ہے۔ بہت سے علماء اس کو زندقہ قرار دیتے ہیں۔ جبکہ اکثر علماء اسے عین توحید اسلامی سمجھتے ہیں۔ اس بحث کا یہ محل نہیں ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ اس کتاب کا مرکزی نقطہ یہی عقیدہ ہے۔ اس لئے یہ تاویلات ممکن ہے بعض لوگوں کے لئے قابلِ قبول نہ ہوں۔ بہرحال خاصے لوگوں کی تعداد اس نوع کے مضامین کو پسند کرتی ہے۔ اس کا اندازہ مجھے یوں ہوا کہ میری دس، بارہ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور تقریباً ہر کتاب کے دوسرے ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں اور تقریباً ہر کتاب کی بنیاد یہی عقیدہ ہے۔ اس قسم کے مضامین کا مقابلہ رومانوی اور افسانوی ادب سے نہیں کرنا چاہیے۔ دینی ادب ایک الگ میدان ہے اس میں بھی تصوف پھر مزید وحدت الوجود کی حد بندی اس حصار کو بہت تنگ کر دیتی ہے۔ ایسے میں اس قسم کے مضامین کی اتنی پذیرائی بھی بہت غنیمت ہے اور میرے لئے حوصلہ افزا بھی۔

قارئین کرام جانتے ہیں کہ اس ہوشربا گرانی کے زمانہ میں کسی کتاب کی اشاعت و طباعت آسان نہیں۔ خاص طور پر جبکہ تجارتی مفادات اس سے وابستہ نہ ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ تجارتی نقطۂ نظر کبھی میرا مطمحِ نظر نہیں رہا۔ صرف اپنی بات لوگوں تک پہنچانا میرا مقصد ہے۔ یہ دشواری عمران احمد مرزا اور ان کی بیگم ''ثمر'' نے اپنے سر لی جو میری پھوپھی زاد بہن کے نواسے ہیں۔

دوسرا مرحلہ کمپوزنگ کے صبر آزما مراحل کا ہوتا ہے وہ حسبِ دستور محمد رفیق اللہ انصاری

عرف رضی نے پورا کیا۔ جن کے بغیر نہ صرف یہ کتاب بلکہ میری کوئی بھی کتاب اشاعت پذیر ہونا مشکل تھا۔ پہلے ایڈیشن کے وقت کمپیوٹر کی سہولت نہیں تھی۔ کتابت ہی طباعت کا ذریعہ تھی جو بذاتِ خود بہت صبر آزما اور مشکل مرحلہ تھا۔ یہ مرحلہ ضیاء القمر مرحوم نے طے کیا تھا۔ وہ میری چچازاد بہن کے نواسے تھے۔ اب وہ مرحوم ہو چکے ہیں اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ رضی سلمہٗ کو اللہ تعالیٰ طویل زندگی عطا فرمائے اور دین و دنیا میں سرخ رو رکھے۔

ناظرین سے استدعا ہے کہ مؤلف کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔ خدائے بزرگ و برتر بہ طفیل ختم المرسلینؐ مؤلف کو نیز جملہ متوسلین و متعلقین کو انشراحِ صدر اور اپنی معرفت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

طباعت اول کے اخراجات عزیزہ مریم و غلام علی اور محمد علی گھی والے (مقیم ممبئی۔ انڈیا) نے برداشت کئے تھے۔ اللہ جزائے خیر دے۔

احقر العباد

میرزا اختیار حسین کیفؔ نیازی

۲۰۰۹ء

بنامِ آں کہ او نامے نہ دارد بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

پیش لفظ (طبع اوّل)

ان اوراق میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کے متعلق یہ دعویٰ کہ ان موضوعات پر اس سے پہلے کچھ نہیں لکھا گیا یقیناً بے بنیاد ہے۔ یا یہ کہنا کہ اس سے بہتر کوئی تحریر نہیں تعلّی ہے، علمائے کرام اور صوفیائے عظّام نے بیش بہا معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ بالخصوص تسمیہ اور سورہ فاتحہ کے متعلق بہت کچھ خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ مراۃ العارفین من تصنیف سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور الکہف الرقیم مؤلفہ حضرت عبدالکریم جیلیؒ[1] معارف کا سمندر ہیں، ان کے یا اس قسم کی دیگر کتابوں کے مقابلہ میں یہ تحریر سورج کے سامنے چراغ ہے۔ لیکن مذکورہ تحریریں بہت اعلیٰ اور ادق مضامین کی حامل ہیں، جو عام فہم نہیں۔ زبان ان کی عربی ہے اور علم الکلام اور فلسفہ نے انھیں مزید الجھا دیا ہے۔ بعد میں جو تحریریں وجود میں آئیں ان میں ان کتابوں سے استفادہ ناگزیر تھا۔

یاد رہے کہ علمائے کرام اور صوفیائے عظّام کی تحریروں میں ظاہر و باطن کا فرق ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ علمائے ظاہر کی تحریریں اہمیت میں کمتر ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی عمارت میں خشتِ اول کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس کے بغیر عمارت کی تکمیل ممکن نہیں۔ اس ظاہر و باطن کو اصطلاحاً بالترتیب فقہ و تصوف کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں لازم و ملزوم

---

[1] سید عبدالکریم جیلیؒ آٹھویں/نویں صدی ہجری کے معروف صوفیا میں سے تھے۔ آپ کی زندگی کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ ولادت تقریباً ۷۸۶ھ مطابق ۱۳۶۵ء-۱۳۶۶ء میں اور وفات تقریباً ۸۱۱ھ اور ۸۲۰ھ کے درمیان (۱۴۰۸ء تا ۱۴۱۷ء) ہوئی۔ وہ اپنے آپ کو بغداد کا باشندہ اور حضرت غوث الاعظمؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی صاحبزادی کی اولاد سے بتاتے تھے۔ وہ حضرت شیخ شرف الدین اسماعیل بن ابراہیم الجبرتی کے مرید تھے۔ ان کی تصنیفات ۴۰-۵۰ کے قریب بتائی جاتی ہیں لیکن اب سب دستیاب نہیں۔ آپ کی دو تصانیف ''انسانِ کامل'' اور ''الکہف الرقیم شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بہت مشہور ہوئیں اور وہ بیشتر انھیں کتابوں کے حوالے سے معروف ہیں۔

ہیں، عالِم کے لئے اول علمِ دین کا حصول لازم ہے۔ جس میں فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے بعد تصوف کے میدان میں قدم رکھنا ممکن ہے۔ ورنہ گمراہی اور زندقہ میں گرفتار ہونے کا خطرہ ہے۔

حضرت امام مالکؒ کا قول ہے:

(ترجمہ) ''جو صوفی ہوا اور فقیہ نہ ہوا پس وہ زندیق ہوا۔ اور جو فقیہ ہوا صوفی نہ ہوا وہ بڑا فاسق ہوا۔ اور جس نے ان دونوں کو اپنایا پس وہ بڑا محقق ہوا۔''

شریعت وطریقت جسم وجان کی طرح ہیں۔ کسی ایک کا تصوّر دوسرے کے بغیر بے معنی ہے۔ دونوں کو درست او رآراستہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ شریعت بنیادِ طریقت ہے۔ پردہ کشائے معرفت ہے۔ بغیر اتباعِ شریعت معرفتِ الٰہی کے حصول کی کوشش زندقہ اور الحاد کی راہ ہے۔ اسی طرح تصوف کے بغیر جو توجہ الی اللہ کا دوسرا نام ہے محض علومِ دین سے وقفیت بے سود ہے۔

شریعت را مقدم دار اکنوں　　طریقت از شریعت نیست بیروں
کسے کو در شریعت راسخ آید　　حقیقت راہ بروے خود کشاید

(یعنی شریعت کو مقدم سمجھ کیونکہ طریقت کوئی شریعت سے باہر چیز نہیں ہے جو شخص کہ شریعت میں راسخ ہوتا ہے اس پر حقیقت خود اپنی راہیں کھول دیتی ہے)۔

یہ فرق مشہور ''حدیث احسان'' سے ظاہر ہے۔ بخاری ومسلم میں حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے (پوری حدیث طویل ہے صرف خلاصہ دیا گیا ہے) کہ ایک دن حضرت جبریلؑ نے بصورتِ بشر آکر حضور ختم المرسلینؐ سے سوال کیا کہ اے محمدؐ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ اور احسان کیا ہے؟ آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ کہ اسلام یہ ہے کہ تمام ارکانِ اسلام یعنی کلمہ نماز روزہ زکوٰۃ حج پر عمل کیا جائے۔ ایمان یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر، فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، قیامت پر اور تقدیر پر ایمان لایا جائے اور احسان کے متعلق فرمایا ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك (یعنی تو اللہ کی عبادت

اس طرح کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ یوں اگر نہ سہی تو گویا وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔) اسلام اور ایمان کا فرق قرآن پاک کی اس آیت سے بھی ظاہر ہوتا ہے:

قالت الاعراب امنا قل لم تومنو ولکن قولو اسلمنا (یعنی عوام کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ ان سے کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے۔ لیکن یہ کہو، ہم اسلام لائے ہیں)۔ مذکورہ بالا حدیث میں اسلام، ایمان اور احسان سے علمائے محققین بالترتیب فقہ، کلام اور تصوف مراد لیتے ہیں۔ فقہ اور کلام لازم وملزوم ہیں، لیکن ان سب سے اعلیٰ وارفع احسان ہے جو عبادت میں مقامِ مشاہدہ ہے۔ یہی احسان دراصل تصوف یا طریقت کی اساس ہے۔

یہ ظاہر و باطن کا فرق علمائے ظاہر اور علمائے باطن کے بیانات میں نمایاں ہے۔ علمائے ظاہر و علمائے باطن کی لفظی تفریق سے غلط فہمی نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ عالم محقق ظاہر و باطن کا جامع ہوتا ہے۔ علمائے ظاہر سے میری مراد ان علماء سے ہے جو علمِ باطن یا علمِ طریقت و معرفت کے منکر ہیں۔ علمائے حق ہی حقیقت میں نائبینِ رسول ہیں اور صحیح معنوں میں اس امانت کے پاسبان ہیں جو اللہ کی طرف سے انسان کو سونپی گئی ہے۔ اور ان ہی کی توضیحات اہلِ معرفت کے لئے زیادہ قابلِ قبول ہیں۔

علمائے حق کی برتری کے متعلق حضرت ابو نصر[1] سراجؒ اپنی معروف تصنیف ''کتاب اللمع'' میں فرماتے ہیں:

''ایک مقام پر اللہ نے فرشتوں کے بعد اپنے بندوں میں سے افضل اور دینی اعتبار سے اعلیٰ رُتبہ رکھنے والوں کا ذکر فرمایا ہے اور خود ہی اپنی وحدانیت پر فرشتوں کے بعد انھیں

---

[1] حضرت ابونصر سراجؒ کا اصل نام عبداللہ بن محمد بن یحییٰ ابونصر سراج تھا۔ لقب آپ کا طاؤس الفقراء تھا۔ طوس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی حالات کم ملتے ہیں۔ آپ نے اپنے وقت کے مشہور علماء سے اکتسابِ علم کیا۔ خوبی قسمت سے تمام علما علوم باطن کے بھی مشائخ تھے۔ علوم باطنی بھی ساتھ حاصل کرتے رہے۔ آپ کے شیخ طریقت ابومحمد عبداللہ المرتعشؒ (م ۳۲۸ھ) تھے جو خلیفہ تھے حضرت جنید بغدادیؒ کے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور انتہائی باکمال شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے ۳۲۸ء میں انتقال فرمایا۔

کتاب اللمع آپ کی بہت معروف تصنیف ہے۔ اس کا شمار تصوف کی قدیم ترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ بلکہ یہ تصوف کی پہلی کتاب ہے جس نے تصوف کو ایک ہمہ گیر اور جامع فکر کے طور پر متعارف کرایا۔

بندگان خاص کو گواہ ٹھہرایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ (آل عمران، ۱۸)

(یعنی اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور صاحبِ علم (اولوالعلم) نے انصاف سے قائم ہو کر)۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: ''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔'' (ابن ماجہ)

میرے نزدیک ''اولوالعلم'' سے مراد انبیاء کے وارث ہیں، کیونکہ کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے والے، اتباعِ رسول میں مجاہدہ کرنے والے، صحابہ و تابعین کی پیروی کرنے والے اور اس کے متقی پسندیدہ بندوں کے راستے پر چلنے والے یہی لوگ ہیں۔

اس کے نیک بندوں کی تین قسمیں ہیں محدثین، فقہا اور صوفیا اور ان ہی تین اقسام کے لوگوں کا تعلق ''اولوالعلم'' سے ہے جو انبیائے کرام کے وارث ہیں۔ اسی طرح علوم کی بے شمار اقسام ہیں جن میں سے ایک علمِ دین ہے جس کی تین قسمیں ہیں۔ علمِ قرآن، علمِ سنن و بیان، علمِ حقائقِ ایمان اور یہی وہ علوم ہیں جو محدثین، فقہا اور صوفیا میں متداول ہیں۔ صوفیا یا اولیا اللہ کی حکمت کی اصل ''حدیث احسان'' ہے۔ (جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے) یعنی ''احسان یہ ہے کہ تُو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تُو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔'' حقیقت یہ ہے کہ اسلام ظاہر ہے اور ایمان وہ ہے جو ظاہری بھی ہو اور باطنی بھی۔ مگر احسان ظاہر و باطن کی حقیقت کو کہتے ہیں۔

مومنین کے یہ تینوں اصناف یعنی محدثین، فقہا اور صوفیا علم و عمل کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف اور اپنے مقاصد اور مراتب کے لحاظ سے فضیلت میں باہم یکساں نہیں ہوتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی باہمی فضیلت اور درجات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

والذین اوتو العلم درجات (المجادلہ) (اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔)

ولکل درجات مما عملو (الاحقاف) (اور ہر ایک کے لئے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔)

انظر کیف فضلنا بعضھم علی بعد (بنی اسرائیل) (دیکھو ہم نے ان میں سے ایک کو ایک پر کیسی بڑائی دی۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگ آپس میں اس طرح برابر ہیں جیسے کنگھی کے دندانے۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں، مگر صرف علم اور تقویٰ کی بنیاد پر۔''

''دین کے اصول و فروع حقوق و حقائق محدثین اور فقہا جانتے ہیں لیکن ان تمام اصناف یعنی محدثین، فقہا اور صوفیا میں علم و فراست کے لحاظ سے صوفیا کا مرتبہ بلند ہے اور حقیقت میں یہی علمائے حق ہیں۔''

توحید و رسالت اسلام کی بنیاد ہے اور بدقسمتی سے ان ہر دو بنیادی عقائد میں علمائے ظاہر و باطن میں فرق ہے۔ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی صداقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ یہ کلمہ حقیقتاً توحید و رسالت کی بنیاد ہے۔ فرق اس کی تاویل میں ہے۔ صوفیائے کرام اس کو مکمل طور پر کلمۂ توحید سمجھتے ہیں۔ جس میں کسی کی شرکت شرک بالذات کے مترادف ہے۔ توحید کے معنی ایک کے ہیں۔ جس میں ثنویت کو دخل نہیں۔ ان کے نزدیک لا الہ الا اللہ کا مطلب لا موجود الا اللہ ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کے سوا بالذات کوئی موجود نہیں۔ دوسری اشیاء کا نظر آنا محض ہمارا فریبِ نظر ہے۔ کسی شے کا وجود اصلاً فی الذات نہیں ہے۔ بلکہ محض اعتباری ہے۔ اس کلمۂ توحید کا دوسرا حصہ محمد الرسول اللہ پہلے حصہ کی تشریح ہے۔ محمد ذات کا نزولِ اول ہے اور وہ خدا سے ہرگز جدا نہیں بلکہ مرتبہ احدیت[1] میں اسم و مسمی کا بھی فرق نہیں ہے۔ طریقت میں یہ امتیاز یعنی دوئی شرک ہے۔ کلمۂ توحید کی یہی تشریح دراصل ''وحدت الوجود'' کہلاتی ہے۔

---

[1] ''ذات کا نزول'' اور مرتبہ احدیت وغیرہ کی اصطلاحات سمجھنے کے لئے ''مراتب ستہ'' کا سمجھنا ضروری ہے۔ جس کی تشریح بعد میں کہیں دی گئی ہے۔

آئندہ اوراق میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل ''وحدت الوجود'' سے ان عنوانات کے تعلق کی بنا پر لکھا گیا ہے۔ یہی ضرورت اس تحریر کی محرّک ہوئی جس کا مرکزی خیال اور بنیادی پس منظر ''وحدت الوجود'' ہے۔ ''وحدت الوجود'' کی اس روشنی میں تحریریں بہت کم ہیں اور ہیں بھی تو منتشر اور الجھی ہوئی۔

ہمیں اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا احساس و اعتراف ہے۔ من آنم کہ من دانم۔ ناظرین ان سطور کا مطالعہ کریں گے تو انھیں معلوم ہوگا کہ ہم نے اپنی طرف سے بہت کم لکھا ہے۔ علمائے متقدمین اور مستند صوفیائے کرام کے اقوال کو یکجا کر دیا ہے جن تک عوام کی دسترس کم ہے۔ جو کچھ ہم نے تحریر بھی کیا ہے ان کی بنیاد بھی وہی بزرگانِ دین کی تعلیمات ہیں۔ لیکن خطا انسان کی فطرت ہے اس لئے ناظرین سے استدعا ہے کہ ان سطور میں اگر کہیں کچھ سقم نظر آئے تو وہ مؤلف کے قلم کی لغزش تصور فرمائیں۔ بزرگان دین کو اس کا ذمہ دار قرار نہ دیں۔

ان عنوانات کے متعلق عرض ہے کہ یہ تمام مضامین مختلف مواقع پر لکھے گئے ہیں بعد میں ان میں باہمی ربط قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے ناظرین کو اس میں بعض موضوعات کی تکرار نظر آئے گی، جو ممکن ہے کہیں گراں گزرے۔ خصوصاً توحید اور حقیقت محمدیؐ کے متعلق جابجا اشارات ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تمام موضوعات کی بنیاد توحید اور حقیقتِ محمدیؐ ہے جس کو الگ کر کے نہ کوئی مضمون پڑھا جاسکتا ہے اور نہ سمجھا جاسکتا ہے۔ اس لئے ان کی تکرار ناگزیر ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ توحید اور حقیقتِ محمدیؐ کا ذکر چونکہ کتاب کا موضوع نہیں ہے۔ اس لئے مختصراً ان عنوانات پر لکھا گیا ہے۔ یقیناً اس میں تشنگی کا احساس ہوگا۔

جن موضوعات پر ان اوراق میں بحث کی گئی ہے اس کے متعلق عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ یہ ان آیات یا سورتوں کی مکمل تفسیر نہیں ہے بلکہ ان عارفانہ نکات پر زیادہ توجہ دی گئی ہے جن کا تعلق توحید یا ''وحدت الوجود'' سے ہے۔ اس لئے تفسیر پر نظر رکھنے والے حضرات شاید اس میں تشنگی محسوس کریں لیکن یقین ہے اہل دل اور اہل معرفت اس میں اپنی روح کی

بالیدگی کا وافر سامان مہیا پائیں گے۔

مضامین کو تین حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ پہلا حصّہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح ہے۔

۲۔ دوسرا حصّہ:

سورۂ فاتحہ میں عارفانہ نکات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۳۔ تیسرا حصّہ:

توحید، حقیقتِ محمدیؐ، وحدت الوجود اور مراتبِ ستہ ان تمام موضوعات میں چونکہ مشترک ہے اس لئے ان عنوانات پر محض اشارات ہیں۔ یہ جان لینا چاہیے کہ یہ مضامین محض اشارات سے نہیں سمجھے جا سکتے۔ ان کو تفصیل سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جن کے لئے دیگر کتابوں کا مطالعہ چاہیے۔

ان سب سے پہلے ایک مقدمہ ہے جس کا عنوان قرآن ہے۔ چونکہ ان تمام تشریحات کا تعلق قرآن سے ہے اس لئے اس عنوان پر مقدمہ مناسب سمجھا گیا۔ حسبِ معمول اس کے متعلق بھی مکمل تصریحات نہیں ہیں بلکہ محض چند عارفانہ نکات کی طرف اشارہ ہے۔

خاکپائے فقرائے کرام
ڈاکٹر میرزا اختیار حسین کیفؔ نیازی